رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔ ۔
ششماہی ۔۔۔۔۔ ۔

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر۔ میر حسن الدین

قیمت فی پرچہ (۲؍)

قیمت پرانا پرچہ (۴؍)

جلد (۹) | ۲۶ اردی بہشت ۱۳۵۹ف | ۶ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر (۵۰)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔ ۔
ششماہی ۔۔۔۔۔ ۔

اقلیتی مسئلہ کا حل کیا ہے؟

معاصر "مدینہ" بجنور کی تجویز

ہمارے نزدیک اقلیتی مسئلہ کا حل خود ہمارے اس فیصلہ پر موقوف ہے کہ پاکستان کی ہندو اقلیت کو ہم کس نظر سے دیکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہم پر کیا ذمہ داریاں عاید ہیں؟ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ پاکستان ایک غیر ملک ہے اور اس کے تمام باشندے بلا امتیاز عقیدہ و مسلک غیر ملکی ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے لئے غیر ملکی ہیں۔ اگر ہندوستان اور پاکستان دونوں اس حقیقت کو تسلیم کر لیں تو اقلیتی مسئلہ دونوں ملکوں کے مابین کوئی نزاع نہیں بن سکتا بلکہ اس کی نوعیت محض داخلی رہ جاتی ہے اور یہ داخلی نوعیت بھی اس وقت ختم ہو جائے گی جب ہندوستان مذہبی رشتگی کی بنا پر پاکستان کے ہندوؤں کے مسائل میں اور پاکستان ہم آہنگی عقیدہ کے تعلق کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل میں دخیل ہونا بند کر دے گا۔ یہی صحیح راہ ہے اور اسی پر عمل کرنے سے ہم بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتے ہیں۔ وجہ نزاع ہی صرف یہی ہے کہ ہندوستان پاکستانی ہندوؤں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتا ہے اور یہی وجہ نزاع کو ہوا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہندوستان کی طرف سے پاکستانی ہندوؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جنگ آزادی میں ہماری ہی طرح قربانیاں پیش کی ہیں اور مصائب انگیز کئے ہیں اسی طرح پاکستان کی طرف سے ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مساعی سے پاکستان کا وجود عمل میں آیا ہے لیکن ہماری گزارش یہ ہے کہ اب ان خیالات کے اظہار سے سوائے اس کے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ دونوں ملکوں کا امن غارت ہوتا رہے۔

بہ حالات موجودہ جب کہ تقسیم ہو چکی ہے اور ایک ملک دو ملکوں میں منقسم ہو چکا ہے تو پاکستانی ہندوؤں اور ہندوستانی مسلمانوں کے مسئلہ کو مذہبی رشتوں کی بنا پر نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ صرف اس رشتہ کی بناء پر دیکھا جا سکتا ہے جو شکست و ریخت سے بے نیاز ہے یعنی رشتہ انسانیت اور جس کے لئے بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں دفعات موجود ہیں اور اگر یہ منظور نہیں ہے تو پھر اور ایک صرف ایک راہ باقی رہ جاتی ہے یعنی تبادلہ آبادی! لیکن انتقال آبادی کا مسئلہ اتنا دشوار ہے کہ اس پر غور کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے تو تقریباً ۸ کروڑ انسانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ آباد ہونا اپنے ساتھ اتنے مسائل اور اتنی مشکلات پیدا کرتا ہے کہ ان کا حل ناممکن ہے اس لئے مجبوراً وہی راہ اختیار کرنی ہوگی جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے ہمارے خیال میں تو ہندوستان اور پاکستان دونوں کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہندوستان میں پاکستانی ہندوؤں کو اور پاکستان میں ہندوستانی مسلمانوں کو پناہ نہیں دی جائے گی اور اگر ان پر اکثریت یا حکومت کی طرف سے مظالم ہوتے ہیں تو وہ ان کا علاج خود ہی کریں یا اقوام متحدہ کی طرف رجوع ہوں جس کی رکنیت ہندوستان اور پاکستان دونوں کو حاصل ہے۔

اگر ایسا کر دیا جاتا ہے اور اس اعلان پر سختی سے عمل بھی ہوتا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان اور پاکستان مستقبل قریب ہی میں اقلیتی نزاع سے محفوظ ہو جائیں گے اور دوسرے نزاعات سے تصفیہ کی راہیں بھی پیدا ہو جائیں گی۔ یہ صحیح ہے کہ عوام کے جذبات کے پیش نظر مذکورہ بالا اقدام کے لئے بڑی جرأت کی ضرورت ہے لیکن پاکستان کے متعلق تو ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے البتہ ہندوستان کے وزیر اعظم اور نائب وزیر اعظم میں ایسی جرأت اکثر پائی گئی ہے آخر میں ہم بھی عرض کریں گے کہ اگر پاکستان اپنے مصالح کے پیش نظر ایسا اعلان کرنا پسند نہیں کرتا تو بھی ہندوستان کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کیونکہ ہندوستان کے اعلان کے کچھ دن بعد ہی پاکستان کو مجبوراً ہندوستان کی تقلید کرنا پڑے گی اور اگر یہ توقع بھی غلط ہے تب بھی کیا ضروری ہے کہ جس مسئلہ کو پاکستان حل نہ کرنا چاہے اسے ہندوستان بھی حل نہ کرے۔

ہفتہ وار
حکمت

۲۶ اردی بہشت ۱۳۵۹ ف

شذرات

آخر کیوں؟

لائق علی صاحب کی فراری کا ایک افسوسناک شاخسانہ یہ ہے کہ ہندو قوم کا وہ گروہ جو مسلمانوں کا مزید تعاقب کئے جانے کا قائل ہے حکومتی حلقوں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چونکہ حکومت اس واقعہ کی وجہ سے اپنی خفت کو شدت سے محسوس کر رہی ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ اس گروہ کے خطرناک پروپیگنڈے سے متاثر ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ مسلمانان دکن کو پھر ایک مرتبہ مورد عتاب ہونا پڑے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا مسلمانوں کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے کردار کو مضبوط رکھتے ہوئے صبر سے کام لیں۔ لیکن یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عام مسلمانوں کو شبہ کی نظر سے دیکھنا یا ان کا تعاقب کرنا یا انہیں پستی کی پست ترین منزل تک پہنچانے کی فکر کرنا خود حکومت کے نقطۂ نظر سے درست و مناسب ہوگا؟ انڈین یونین کے کروڑوں ہندو آج سے مہینوں نہیں اس حقیقت سے واقف ہو چکے ہوں گے کہ مسلمانان حیدرآباد اب ان کے لئے کوئی مسئلہ کی حیثیت سے باقی نہیں رہے۔ وہ ایک درماندہ، بے بس اور مفلوک الحال قوم کے منتشر افراد ہیں جو حکومت کے رحم و کرم پر انڈین یونین میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب کبھی پنڈت نہرو انہیں دلاسا دیتے ہیں اور ایک پرامن زندگی کی توقع دلاتے ہیں تو وہ پنڈت نہرو کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں اور نعرے بھی لگاتے ہیں۔ جب کبھی اور جہاں کہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک ہوتا ہے تو اس کے لئے شکر گزار ہوتے ہیں اور جہاں زیادتی ہوتی ہے تو اس پر کوئی واویلا نہیں کرتے بلکہ خاموشی کے ساتھ سب کچھ پی جاتے ہیں۔ ایک خیر خواہ حکومت کے دعویداروں اور علمبرداروں کے لئے یہ بات کسی طرح شایان شان نہیں ہو سکتی کہ ایسی قوم کے افراد کا تعاقب جاری رکھا جائے۔

یہ بات ہم مانتے ہیں کہ انڈین یونین کے لئے پاکستان بے شک ایک مسئلہ ہے خواہ وہ نفسیاتی ہو، معاشی ہو یا سیاسی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انڈین یونین کے باشندوں کی غالب اکثریت اس وقت تک چین نہیں لے گی جب تک کہ پاکستان ختم نہ ہو جائے لیکن پاکستان کے مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ یہ تو نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو تنگ کیا جائے؟ جو قوم اکھنڈ بھارت کے قیام کا عزم رکھتی ہو وہ یہ کیسے باور کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کو تنگ و دق کر کے اپنے عزائم میں کامیابی حاصل کر سکے گی مصلحت

اور یہی تقاضہ تو یہ تھا کہ انڈین یونین کے مسلمانوں کو پرامن اور پرسکون زندگی گزارنے کا موقع دیا جاتا۔ ان کی معاشی بربادی کی تدبیروں کو یک لخت روک دیا جاتا اور انہیں ایک باعزت شہری کا مقام عطا ہوتا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اب بڑی حکومت کے سہارا ایسی تنگ اور متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرنے پر مصر ہیں۔

مفسدانہ پروپیگنڈہ۔

بعض مقامی اخبارات حکومت اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ دکن کے مسلمان پولیس کارروائی کے اٹھارہ مہینے بعد بھی اسی ذہنیت کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں جسے عرف عام میں رضاکارانہ یا پاکستانی ذہنیت کہا جاتا ہے۔ اس قوم کے ایک بے ضرر فرد کی حیثیت سے جو اپنی قوم کی نبض پہچانتا ہو ہم حکومت اور ہندو عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ الزام سراسر جھوٹا اور فریب دہ ہے۔ دکن کا مسلمان سیاسی حیثیت سے مر چکا۔ وہ صرف پرامن زندگی چاہتا ہے۔ وہ ایک ایسا ماحول چاہتا ہے جس میں وہ اپنا روزگار پیدا کر سکے اور ایک صالح زندگی گزار سکے۔ وہ قوانین وقت کی اطاعت کرنے کا عزم اور وعدہ کر چکا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سیاسی جھمیلوں سے بھی دور رہنا چاہتا ہے نہ اسے اقتداری سیاسیات سے کوئی مطلب ہے اور نہ پاکستان سے کوئی سروکار۔ اگرچہ برائے نام انڈین یونین کے مسلمانوں کی آبادی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے لیکن یاران تیز گام کی کارستانیوں نے اور خود اس کی کم عقلی نے ان برائے نام چار کروڑ مسلمانوں کو ان گنت گروہوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ نتیجۃً وہ متحد بھی نہیں ہو سکتے۔ تقریباً یہی حال حیدرآباد کے مسلمانوں کا ہے۔ پس ایسی قوم کے افراد کے خلاف جھوٹا اور مفسدانہ پروپیگنڈہ کرنا اس قوم کے صحیفہ نگاروں کو زیب نہیں دیتا۔ اگر اس پروپیگنڈہ کا منشا یہ ہے کہ مسلمان ملازمین سرکار کو خدمتوں سے علیحدہ کیا جائے تو پوری قوم کے افراد کو ملامت اور تنقید کا ہدف بنانا صحیح نہیں ہے۔ اگر حکومت مسلمان ملازمین کو علیحدہ کرنا چاہتی ہے تو ان کے لئے کوئی اور ذرائع معیشت فراہم کر دے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ ملازمت مسلمانوں کے لئے ہر دور میں ذریعہ معیشت رہی ہے۔ اگر کوئی متبادل صورت مہیا ہو جائے تو وہ نہایت شکریہ کے ساتھ اپنے ہندو بھائیوں کے لئے اپنی موجودہ جائیدادیں چھوڑ دیں گے۔

صحافت کو پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے

لندن ۸ مارچ۔ امپائر پریس یونین نے جو برطانوی دولت مشترکہ کی صحافت اور ناشروں کا ممتاز ادارہ ہے آج اس بات پر زور دیا کہ صحافت کو بطور حق کے ہر فرد کے لئے پوری آزادی اظہار حاصل ہو۔

ایک بیان میں جس کو امپائر پریس یونین کی کونسل نے شنبہ کے جلسہ میں جس کی صدارت کرنل جے جے ایسٹر صدر لندن ٹائمز نے کی متفقہ طور پر منظور کیا گیا ہے کہ صحافت کو بطور حق کے ہر فرد کے لئے پوری آزادی اظہار ہو اور اس آزادی کو بجز صورت محدودہ ہونا چاہئے بجز کسی محدود عدالت انصاف میں مسلم اور عام طور سے قابل اطلاق قانون کے نتیجہ کے طور پر۔

فرد کے حقوق پر صحافت کی جانب سے کوئی علحدہ پابندیاں ضروری یا گوارا نہیں ہیں سوائے قومی ہنگامی صورتوں میں جب ان کا اعلان کیا گیا ہو صحافت پر خاص طور سے پابندیاں صرف قومی ہنگامی صورت حال میں عائد کی جائیں۔ وہ بھی ان تحفظات کے تحت کہ (ا) صحافتی آزادی پر کم سے کم مداخلت ہو (ب) ہنگامی صورت حال کے ختم پر فوری اور کامل آزادی بحال کی جائے اور (ج) [illegible] کو عدالتوں کی حفاظت حاصل ہو۔

ایسی پابندیوں کے متعلق قبل از قبل حکومت اور صحافتی اداروں کے

درمیان کانفرنس میں اتفاق رائے ہو جہاں قومی صحافت کی ضروریات اور صحافت کے ضروری عمومی فرائض پر پورا غور ہو۔

کسی وقت بھی اخبارات کی جانب سے اس قسم کے اداری احتجاج میں کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہیئے کہ نامناسب سوء حال کا اعلان قبل از وقت ہے یا اس میں غیر جانبداری طور پر طاقت ہے یا اس کا کسی طرح غلط استعمال ہوا ہے۔ اخبار پریس یونین کی کونسل میں مملکت متحدہ برطانیہ مستعمرات ہند و غیر برطانیہ کے اخبارات کے مالکوں کی انجمن برطانوی اخباری سوسائٹی برطانوی اخبارات کے مالکوں کی انجمن [illegible] کی بڑی خبروں کی انجمنوں کے نمائندے شامل ہیں۔ (اے۔ پ۔ ا)

مسئلہ کشمیر

لندن ٹائمز کا تبصرہ

اخبار لندن ٹائمز نے گذشتہ پنجشنبہ کی اشاعت کے ایک اداریہ میں لکھا ہے کہ صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ کشمیر کے تعطل کو رفع کرنے میں آگے قدم بڑھایا گیا ہے کشمیر کے لئے ترقی کے عنوان پر اخبار مذکور نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اب یہ ثالث کا موقف ہے کہ وہ تمام مسلح افواج کو برخاست کرنے کے انتظام میں مدد دے جو استصواب عامہ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ طرفین کے لئے قابل قبول کسی ثالث کے انتخاب میں کسی بڑی دشواری کا اندیشہ نہیں ہے۔ جب وہ برسر مقام اپنا کام شروع کرے گا اس وقت اس کی آزمائش ہوگی اس کو شک و شبہ کی ناقابل تسخیر رکاوٹ پر قابو پانا ہوگا جو ہندوستان و پاکستان کے مابین پیدا ہو گیا ہے اور وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جبکہ دونوں فریق یہ جان لیں کہ تنازعہ کشمیر دونوں کے لئے یکساں تباہ کن ہے۔

اس وقت تک مفاہمانہ رجحان کے بہت کم بلکہ کوئی آثار ہی نہیں ہیں جس کے بغیر مصالحت ناممکن ہے لیکن تازہ تجویز کو قبول کرنے سے پایا جاتا ہے کہ کم از کم دونوں جانب یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ وقت آگیا ہے کہ تنازعہ کشمیر کو [illegible] کی طرح جس میں کہ ہمسایوں کے مفاد کی خاطر جتنا جلد ممکن ہو سکے طے کر دینا چاہیئے۔ (اے۔ پ۔ ا)

امریکہ اور روس کی کشیدگی

اخبار اسٹیٹسمین کا خصوصی نامہ نگار مقیم واشنگٹن لکھتا ہے کہ امریکہ اور روس کی کشیدگی کے متعلق مسٹر ایچیسن کی برکلے والی تقریر جیسے کہ مسٹر ٹرومین نے خطرہ میں گھرے ہوئے یونان و ترکی کے لئے امدادی پیش کش کے ساتھ عالمی مسائل کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور مسٹر مارشل نے معاشی امداد کا خاکہ جات مغربی یورپ میں قائم کر دیا ہے ایک انتہائی اہم حکومتی اعلان ہے۔ یہ تقریر حکومت کی ایک مختصر سی بلکہ تنبیہ ہے امریکہ بالخصوص کے لئے اور عمومی طور پر تمام آزاد قوموں کے لئے بھی احساس کرانے والے لوگوں کے لئے جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس سرد جنگ سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی آسان اور سیدھا سادا طریقہ ہونا ہی چاہیئے اور یہ کہ کمیونسٹ آزاد دنیا کی لڑائی بنیادی، سخت ناقابل مصالحت اور اجتماعی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کوئی ایسا اعلان نہیں ہے کہ روسی اجتماعی نظام اور جمہوری نظام ساتھ ساتھ باقی نہیں رہ سکتے بلکہ ان دونوں کی زندگی کا دارومدار بالکلیہ [illegible] سیاستدانوں کی عملی حکمرانی حالت پر ہے اور اگر صرف ایسے ہی [illegible] جو کریملن کی زندگیوں اور حسرتوں پر حکمران ہیں وہ ایک عملی پالیسی کا کام لیتے ہیں جو آزاد قوموں اور حکومتوں کو نقصان پہنچانا ہے اور ہمیشہ اپنی شکل بدلنے والے [illegible]

پھیلتا جا رہا ہے اب بھی ان حلقوں کو جو یہ توقع رکھتے ہیں کہ دونوں طریقوں کا باقی رہنا ممکن ہو جائے گا مسٹر ایچیسن کی کھلی فضا والی تقریر پر گذشتہ چار ماہ سے عمل ہو رہا ہے جو نتیجہ ہے انگلینڈ خارجہ میں مسٹر کینن کے پالیسی بنانے والے عملے کی گہری سوجھ بوجھ اور مسٹر ایچیسن کے ذاتی احساسات اور فیصلوں کا۔ اس کے ہر ہر فقرہ اور پیراگراف پر مسٹر ٹرومین کی پختہ مہر ثبت ہے۔ مسٹر ایچیسن کی تقریر کا آغاز اس نزاع کی صراحت سے ہوتا ہے اور اسے ایک اہم بنیادی، جزوی اخلاقی نزاع کی حیثیت سے واضح کیا گیا ہے جو انسانی زندگی اور انفرادی آزادی کی تہ تک جا پہنچتی ہے۔ یہ بھلائی اور برائی، آزادی و غلامی، انسانی اہمیت اور حکومتی اقتدار کا ایسا جھگڑا ہے جس کا تصفیہ ہو ہی نہیں سکتا یہ ایک ایسی لڑائی ہے جو دنیا کے ہر حصہ میں انسانی جذبہ کے ساتھ، ہر ملک میں ہر حکومت، ہر جماعت میں اور ہر شخص کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اگر بین الاقوامی کمیونزم، کاملیت اور آزاد، سماجی انفرادیت کے درمیان یہ بنیادی اخلاقی جھگڑا ناقابل مصالحت ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دونوں زیر بحث نظام ساتھ ساتھ برقرار نہیں رہ سکتے بلکہ وہ برابر برابر قائم رہ سکتے ہیں لیکن اس کی ضمانت تو نہیں دی جا سکتی کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ باقی رہیں گے۔ مغرب کو اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ سوویت یونین کے سیاسی معاشی اور سماجی نظام کو درہم برہم کیا جائے وہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے کے لئے تیار ہے لیکن سوویت یونین بالکلیہ کھلے طور پر ساری آزاد دنیا کو درہم برہم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ جہاں تک کہ مسٹر ایچیسن کو معلوم ہو سکا ہے ایسے کوئی آثار موجود نہیں ہیں کہ سوویت یونین کے ایجنٹ پھوٹ ڈالنے اور دہشت و انتشار پیدا کرنے کے لئے ساری غیر کمیونسٹ دنیا میں کوشش نہ کر رہے ہیں۔ لہذا اگر باہمی میل جول کی زندگی مقصود ہو تو یہ ضروری ہے کہ سوویت لیڈر کچھ امور انجام دیں کہ ــــ اس بنیادی ناقابل مصالحت اخلاقی تنازعہ کے لئے مصالحت کرنے کی کوشش نہ کریں جو کمیونسٹوں اور آزاد دنیا کو جدا کرتا ہو کہ ان دونوں کے درمیان زندگی کو قابل برداشت بنایا جائے۔ اس قسم کے تنازعہ کی نوعیت اور میل جول کی زندگی کے امکان کے تجزیہ کے بعد مسٹر ایچیسن نے سات ایسے طریقوں کی تجویز کی ہے کہ جن کے ذریعہ روسیوں کا خاص طبقہ باہمی میل کی زندگی کو قابل برداشت بنا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ایسی خواہش رکھتا ہو۔ مسٹر ایچیسن نے روسیوں سے یہ خواہش کی ہے کہ وہ جرمن جاپان اور آسٹریا کے ساتھ صلح کے معاہدات طے کرنے میں تعاون عمل کریں اور سیاسی خرخشوں پر مصر نہ ہوں بعد ان ملکوں کو روس کا غلام بنا دیں۔ اور یورپ میں آزاد اور بلا پابندی انتخابات کی اجازت دیں جس کے لئے وہ باضابطہ سمجھوتے کے ساتھ معاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ مسٹر ایچیسن نے یہ تجویز کی ہے کہ روسیوں کو جب کوئی تدبیر نہ سوجھے تو وہ بائیکاٹ کریں ورنہ ادارہ اقوام متحدہ پر حکم چلانے کی کوشش کریں۔ مسٹر ایچیسن نے روسیوں کو یہ بات یاد دلائی کہ اگر وہ جوہری توانائی پر بین الاقوامی نگرانی کے لئے سوویت یونین میں غیر کمیونسٹوں کو داخل ہونے کی اجازت دینے میں دشواری محسوس کرتے ہیں تو اس طرح امریکہ بھی اپنے حدود کے اندر کمیونسٹوں کے داخلہ کو روا رکھنے میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے قابل غیر جانبدار منتظم اور سائنس دان ملنے چاہئیں۔ مسٹر ایچیسن نے کریملن سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ آزاد قوموں کو نقصان پہنچانے کے لئے بین الاقوامی حرب کا استعمال [illegible] کے علاوہ بیرونی نمائندوں کے ساتھ اچھا سلوک بھی کرے اور انہیں مجرمین کی حیثیت دینے کی بجائے ان کا احترام کرے نیز بیرونی دنیا میں اپنے باشندوں کے متعلق جان بوجھ کر غلط موقف بتلانے کا طریقہ ختم کر دے۔ مسٹر ایچیسن کے مجوزہ یہی وہ سات طریقے ہیں جن کے ذریعہ کریملن باہمی میل جول کی زندگی کو قابل برداشت بنا سکتا ہے۔ اگرچہ "سوشلزم" اور "جمہوریت" کے درمیان بنیادی، جزوی نزاع موجود ہے۔ ان ہی متعدد طریقوں پر عمل کر کے ہم بھی آگے بڑھیں گے۔ بشرطیکہ وہ باہمی میل جول کے نظریہ کی صرف لفظی معنویت سے ہٹ کر حقیقت پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس کے بعد مسٹر ایچیسن نے کھلے طور پر بالکل اسی طرح کہ وہ اپنے مددگاروں اور ماہرین سے پوچھا کرتے ہیں خود سے یہ سوال کیا کہ کیا کوئی [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

سیاسی نمک پارے

از

کثافت

بلا تبصرہ:۔

میں پاکستان کی صحافت کی
مذمت کرتے ہوئے ہندوستانی
اخباروں کو مبارک باد نہیں
دے سکتا۔ میں نے اس سے
پہلے اس ایوان میں ہندوستانی
صحافت کی تعریف کی تھی لیکن
آج جبکہ ہندوستانی صحافت
نے بھی اپنا دماغی توازن کھو دیا
ہے میں اسے مبارک دینے کے
موقف میں نہیں ہوں۔ میں یہ
جو کچھ کہہ رہا ہوں نہایت سنجیدگی
سے کہہ رہا ہوں۔ (پنڈت نہرو)

معاصر "پیام" کی رائے ہے کہ:۔
دماغ کو بدلنے کی کوشش اس
وقت تک ناکام رہے گی جب
تک اس سماج کو بدلنے کی کوشش
نہ کی جائے جہاں سے دماغ
اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔
اصل چیز انسانوں کے ذہن
میں نہیں بلکہ سماجی تنظیم میں ہے
مگر سماجی تنظیم تو انسانوں کے
دماغ ہی کی پیداوار ہے۔ جب تک دماغ نہ بدلے سماج
کیسے بدل سکتا ہے۔

جہاں میں ذرہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:۔
جنوبی کلکتہ میں ایک کالج کی
تین لڑکیوں کو گرفتار کر لیا گیا
جبکہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے
لئے چندہ جمع کر رہی تھیں۔ ان
لڑکیوں کے ساتھ تین نوجوان
لڑکے بھی تھے جو پولیس کے آتے
ہی فرار ہو گئے۔

ان نوجوان لڑکوں پر بعض
لوگ معترض ہیں۔ مگر یہ سیاست ہے محبت تو نہیں
جو آخری وقت تک ساتھ دیا جائے۔
راہ سیاست میں ہے کون کسی کا رفیق؟

دکن فیوز کا بیان ہے کہ:۔
ایک انجمن بیروزگاراں قائم
کی گئی ہے۔ اس انجمن کا دفتر
محلہ دارالشفا میں ناگر کوتوالی
کے روبرو قائم کیا گیا ہے۔
۔۔ ناگر کوتوالی کے روبرو انجمن
کے دفتر کا قیام ایک دانشمندانہ فعل ہے۔ بیروزگاروں
کا آخر بھروسہ کیا؟

معاصر "سلطنت" اپنی ۱۲ مارچ کی اشاعت میں
تحریر کرتا ہے کہ:۔
جنگ کی وجہ سے یورپی ممالک
کے معاشی نظام کو جو زبردست
دھکا پہنچا تھا ابھی تک اس
کے اثرات زائل نہیں ہوئے
مگر معاصر "سلطنت" کے
معاشی نظام کو کسی حادثہ سے دھکا نہیں پہنچا۔
ہر دور میں سرخرو۔

مقامی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:۔
راشن بندی کے انسپکٹروں نے
حیدر گوڑہ میں کمال منزل پر
دھاوا کیا جہاں تقریباً دو سو
مہمانوں کو کھانے پر مدعو کیا گیا تھا
دعوت سے محکمہ راشن بندی
کو اتنی عداوت کیوں ہے۔؟

مسٹر تلسی داس جادھو نے بمبئی اسمبلی میں کہا۔
میں جب کبھی باہر نکلتا ہوں
میں جب کبھی کسی جلسہ میں جاتا ہوں
مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

خفیہ پولیس کے کارندے میرا
پیچھا کر رہے ہیں۔
اگر بمبئی کے وزیر داخلہ مرہٹہ
"پیام" ہوتے تو یہ جواب دیتے کہ جب تک موجودہ معاشی
نظام باقی ہے اور جب تک سماج نہ بدلے ایسا ہوتا ہی
رہے گا۔

کیلیفورنیا یونیورسٹی میں جوہر کی تلاش کرنے والوں
نے ایک اور عنصر کو دریافت کر لیا ہے جس کا نام کیلیفورنیم
رکھا گیا ہے۔ یورینیم کے بعد یہ دوسرا انکشاف ہے۔
(پ، ٹ، ا)

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ڈاکٹر لطیف ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ:۔
ہندوستان اور پاکستان کی
حکومتوں کے نمائندوں کی ایک
ارتباطی ایجنسی قائم کی جائے
جس کو اقلیتوں کے مفادات
کے سلسلہ میں پورے اختیارات
حاصل ہوں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ
مفکر اعظم ڈاکٹر لطیف کو اس ایجنسی کا صدر بنا دیا جائے۔

اٹلی میں نظام جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا گیا غریب
کسانوں میں زمینات تقسیم کر دی جائیں گی۔
(اخباری سرخیاں)

یعنی زمین کی ملکیت حکومت کو حاصل ہونے کے
بجائے کسانوں کو حاصل ہو جائے گی۔ یہ نئے قسم کا
کمیونزم ہے۔

کمیونسٹ چین پر حملہ

ہانگ کانگ۔ ۱۰ مارچ چینی قوم پرست سپاہ نے
جس کا اڈہ جزیرہ فارموسا میں ہے اصل چین کے ایک ساحلی
شہر سنگن پر قبضہ کر لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قوم پرستوں نے
کمیونسٹ چین پر حملوں کا ایک پلان بنایا ہے اور یہ حملہ اسی
کی پہلی قسط ہے۔
آج فارموسا کے صدر مقام تائپے کی ایک رپورٹ
میں بتایا گیا ہے کہ چند وہ جنگی جہازوں کی مدد سے کیا گیا
ایک ہی بٹالین کو استعمال کیا گیا۔ یہ ایک مقامی کارروائی
تھی جس کا مقصد کمیونسٹوں کے بچاؤ کے انتظامات کو آزمانا تھا
سنگن ہانگ کانگ کے ساحل پر فارموسا کے
(اے، پی، رائٹر)

"وفاداری"

از

مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق لکھنؤ

کوئی دو سال کا ذکر ہے یہی شنگر کا ریل میں ایک مسلمان ذرا اونچے سرکاری عہدہ دار کا ساتھ ہوا اور موصوف صورت اور وضع کے لحاظ سے بھی مسلمان تھے اور باتوں سے بھی دیندار معلوم ہوتے در پردہ خالی تھا صدق مدیر "صدق" سے وہ واقف تھے کہیں گفتگو شروع کی اور بولے کہ صاحب بڑا اندھیر ہے کہ ہم لوگ بھی بدگمانی کی نظر سے دیکھے جا رہے ہیں۔ اور سمجھا جا رہا ہے کہ ہم لوگ دل سے اس حکومت سے بیزار ہیں۔ کوئی دیکھنے والا نہیں کہ ہم انگریزی حکومت کو بھی کب اپنی حکومت سمجھتے تھے لیکن ہماری کارگزاری میں اس سے کوئی فرق پڑا؟ تو پھر آج کیوں فرق پڑنے لگا ہماری پسند و ناپسند کا سوال کیا دل اور دماغ روح اور ضمیر کا نام ہی اس سلسلہ میں دلانا بیکار ہے۔ ہم وفادار اپنے پیٹ کے ہیں۔ تنخواہ اس گورنمنٹ نے دی ہم نے اس کا کام دیانت اور محنت سے کر دیا۔ تنخواہ گورنمنٹ دے رہی ہے ہم اس کا کام دیانت اور محنت سے کئے جا رہے ہیں انگریز اور روسی ہندو اور عیسائی ہمارے نزدیک سب برابر ہیں۔ ہم جیسے جب تھے ویسے ہی اب ہیں ہم سے بدگمانیاں خواہ مخواہ کی جا رہی ہیں۔

الفاظ جو کچھ بھی رہے ہوں گفتگو کا اصل تمام تر یہی تھا اور صورت واقعہ کی یہ کتنی صحیح ترجمانی ہے ـــــــ ابھی اس بحث میں نہ پڑیے کہ اسلام کے احکام غیر اسلامی حکومتوں کے باب میں کیا ہیں۔ فی الحال سوال صرف واقعات کا ہے: "ہونا کیا چاہئے" کی بحث الگ ہے۔ "ہے کیا" کی ترجمان اور سو فی صدی ترجمان یہی ذہنیت ہے اور یہ ذہنیت بڑے اور چھوٹے ملازمین سرکاری کے ساتھ مخصوص نہیں رکھنا چاہئے کہ ساری مسلمان رعایا کی آئینہ دار یہی ذہنیت ہے۔ بس تو جو کوئی آرام سے رکھے جس ڈھب کو بھی امن و سلامتی عطا کرے ہمارے اور ہر کوئی جس ذریعہ سے بھی سلطنت ہاتھ لگے ہیں تو جو کوئی بھی ریڈیوں، لیڈروں، چوہدریوں کی معقول حد تک معقولیت عطا کرے۔ وہی ہمارا ان داتا ہے وہی ہماری سرکار دولت مدار ہے ہم اسی کے محکوم ہیں ہم اسی کے تابعدار رہیں گے

"وفادار ہیں۔" اس کے عقاید خیالات، اعمال سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ وہ عیسائی ہو یا یہودی، ہندو ہو یا مجوسی، بدھسٹ ہو یا دہریہ ہمارے لئے مضمون واحد ہے۔ امپیریلزم یا سوشلزم، بادشاہت ہو یا جمہوریت یہ سب الفاظ ہمارے لئے معنی کھو چکے ہیں۔ بقول مولانا شبلی مرحوم۔ ؎

ہم تو ازل سے حلقہ بگوش نیاز ہیں
یہ سر ہمیشہ زیر قدم پائمال ہے

ہمارے لئے یہ سوال کہ ہندوستان کل تک ڈومینین تھا اور آج ری پبلک ہے، صرف ایک ہوائی توجہ ہے جو کانوں پر ضرب لگا کر ہی آن واپس چلا جاتا ہے اس لئے کہ ایسی صداؤں کا معدہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

بارہا ایں قطرہ گر کو آمد و رفت

(مرد میں سبھی قوم کے لئے "فخر" ورد موجودہ ہندی حکومت کے لئے کتنا قومی کی تعلیم جیسی معنی خیز ہے ظاہر ہے) اس لئے گورنمنٹ یا گورنمنٹوں کا بار بار گھبرا کر یہ پوچھنا کہ ہندی مسلمان ہمارے وفادار ہیں بھی یا نہیں جتنا حیرت انگیز اسی قدر مضحکہ خیز بھی بقول مولانا محمد علی جوہر ؎

ہم وفا کیشوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت
شمع محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

ہاں بس تھوڑی سی بات یہ ضرور ہے کہ ہماری مذہبی آزادیوں میں کچھ زیادہ فرق نہ آنے پائے اور جتنی آزادیوں کے ہم صدیوں سے عادی چلے آرہے ہیں انہیں برقرار رکھا جائے اس لئے کہ مذہب کے نام سے کچھ تھوڑا بہت لگاؤ ابھی بھی ہماری قوم کو باقی ہے اور جہاں ہمارے دین و مذہب میں کوئی تازہ مداخلت کی جاتی ہے ہمارے سوئے ہوئے جذبات بھڑک ہی اٹھتے ہیں۔ سو اس معیار سے بھی دیکھنے کے قابل ہمارا نہیں بلکہ ہماری سرکار ہی کا حال و قال ہونا چاہئے وہ اگر رواداری و تدبر سے کام رہی ہے تو خود بخود ہمارے اندر سکون و جمود قائم رہے گا اور امن شکنی کا کوئی جذبہ ہرگز ہم میں نہ پیدا ہوگا۔ ہاں اگر حکومت خود ہی فریق غالب کے جوش یا تنگ نظری سے متاثر ہو کر کوئی شر کر بیٹھے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہے۔

یہ طرز فکر یقیناً دینی حیثیت سے سر تا سر محتاج ترمیم ہے اور مسلمان کے لئے اپنے منتہائے نظر پیٹ یا روٹی کو رکھنا ہرگز جائز نہیں۔ لیکن عملی نتیجہ کے اعتبار سے دیکھئے تو مسلمانوں کی یہ بھی اس قسم کی وفاداری شرعی نقطہ نظر سے بھی کچھ ایسی بے جا نہیں۔ اس کا ماحصل صرف اتنا ہے کہ مسلمان جس ملک میں رہے ہے جس ملک کے قانون سے فائدہ اٹھائے جس ملک کے آئین کے ماتحت جان و مال کی امن و سلامتی حاصل رکھے اس ملک سے غداری نہ کرے اور ملک کے آئین کا لحاظ رکھے۔ پھر اس صورت کے کہ اسلام کے دین میں براہ راست مداخلت، یا اس کے مذہب پر حملہ شروع ہو جائے، یا حکومت مسلمانوں کو پناہ دینے پر قادر نہ رہے۔ جب تک یہ صورت نہ واقع ہو جائے مسلمان کی حیثیت غیر اسلامی حکومت میں بطور ایک معاہدہ کے رہتی ہے اور معاہدہ میں طرح ریل پر بیٹھتے وقت ٹکٹ لیں اور مسافر سے ہو جاتا ہے اور تانگہ پر سوار ہوتے وقت تانگہ والے اور سواری کے درمیان ہو جاتا ہے۔ اور مکان کرایہ پر لیتے وقت مکان دار اور کرایہ دار کے درمیان ہو جاتا ہے اور یہ سارے معاہدے قابل احترام رہتے ہیں۔ رعایا اور راعی کے آپس کا عملی و فعلی معاہدہ بھی قابل احترام اور واجب الرعایت رہتا ہے۔ اپنے وطن کے ساتھ ہر ذی بشر کا تعلق فطری ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد عقل پر اتنی نہیں جتنی کہ جبلت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ بلی وغیرہ متعدد حیوانات بھی اس جبلت میں انسان کے ساتھ شریک ہیں لیکن وطن سے محبت ہونا اس کے مرادف نہیں کہ جو حکومت وطن میں قائم ہے، محبت اس سے بھی ہے۔ حکومت وطن سے محبت ہونا صرف اس صورت میں ممکن ہے جب باشندگان وطن اسے صحیح معنی میں وطنی حکومت یعنی اپنی حکومت محسوس کریں اور مسلم باشندے یہ سمجھنے لگیں کہ یہ ہماری اپنی ہی ایسی ہی حکومت ہے جیسی غیر مسلموں کی ہے۔ یہ دل جوئی یا مسلم باشندوں کا دل ہاتھ میں لینا حکومت کے فرائض بلکہ اولین فرائض میں داخل ہے۔ بلکہ اگر مسلم آبادی تعداد میں تھوڑی ہے تو اس دل جوئی کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ ان کے ساتھ برتاؤ میں انصاف کیا معنی اس کا شبہ بھی نہ پیدا ہونے پائے یہ تو اور ہے بلکہ کسی قدر اصل حق سے بڑھ کر اصل رعایت بھی ان کے ساتھ ہوتی رہنی چاہئے تاکہ تعداد کی کمی کی بنا پر بدگمانی اور ہراس کا پیدا ہو جانا ایک حد تک فطری

گھریلو صنعتوں کی ترقی

ڈاکٹر وی، کے، آر، وی، راؤ کی نشری تقریر

معاشی منصوبہ بندی اور جنگ اور امن کے عبوری دور کی معیشت کی راہ آسان نہیں ہے۔ ہندوستان کے افلاس کو دور کرنے کے لئے زائد زرعی آبادی کو دوسرے پیداواری پیشوں کی طرف متوجہ کیا جائے۔ زمینات کے نظام میں اصلاح کی کوئی تجویز اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ دیہی بے روزگاری اور نیم روزگاری کو گھٹانے کے لئے کارگر تدبیریں اختیار نہ کی جائیں۔ گو بڑے پیمانے کی صنعتوں نے شہری رقبوں کی اچھائی کے لئے کام تو کیا ہے مگر اس سے دیہاتوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ البتہ خام اشیاء کی مانگ بڑھ گئی۔ بڑے پیمانے کی صنعت کے نئے دیہی اور گھریلو مصنوعات ایک ضروری شعبہ ہے ان کی معاشی قدر و قیمت سے قطع نظر ان پر خاص توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ یہ سماجی برائیوں کو نہیں بڑھاتے جو پیداوار کے اجتماع کے لئے لازمی ہیں۔

ہندوستان جیسے ملک کے لئے جہاں باشندوں کی اکثریت دیہاتوں میں بستی ہے، منصوبہ بندی کے بنیادی امور میں افلاس سے چھٹکارا داخل ہے۔ تاکہ عوام کو روزگار میسر آنے اور آمدنی کی سطح کو اطمینان بخش ضمانت حاصل ہو۔ ملک کو صنعتی بناتے وقت یہ بات اب مشکل ہے کہ اصل سرمایہ کے سامان کو درآمد کرنا پڑتا ہے۔ خود صنعتی ترقیات کے لئے دیہی مصنوعات سے غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ ماند معاشی فیض ہندوستانی معاشیات کے تصور کو یہ پہونچا کہ گھریلو مصنوعات کی پیداوار کی اجتماعیت کے طریقوں کی برائیوں سے باز رہنے کا ایک بیش بہا موقع نصیب ہوا۔ بلاشبہ گھریلو مصنوعات سے یہ مطلب نہیں کہ دیہی رقبوں کے آدمیوں کی ایک بڑی تعداد کا جو لگاتار محتاجی میں مبتلا نیم فاقہ معاشی طور پر غیر محنت اشغالات میں ہو اس محنت میں بعد کیا جائے۔ خود ہمارے ٹریڈ کمشنر بھی یہ کہتے ہیں کہ ہماری بعض گھریلو صنعتوں کے لئے برآمد کے بازار کو ترقی دی جا سکتی ہے۔

حیدرآباد گھریلو مصنوعات نے ایک لمبی مدت میں ترقی کی ہے اور وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مقامی کاریگروں نے اپنے فن و ہنر کو ایک اونچے درجہ پر پہونچا دیا ہے۔ ورنگل کے قالین، آرمل کے کھلونے، مشت پلی کے دستی کاریاں، محبوب نگر کے اونی کمبل اور نرمل کی مشہور چیزیں اور زیورات جو "بیدری سامان" کے نام سے شہروں میں خود ریاست سے باہر بھی ان کی مانگ ہے۔ اس کے علاوہ ریاست میں گھریلو صنعتوں کو ایک وسیع پیمانہ پر ترقی دینے کے لئے قابل لحاظ وسائل موجود ہیں۔

ان میں سب سے اہم صنعت ہاتھ سے بنائے جانے والا کپڑا ہے۔ اس سے چار لاکھ سے زائد آدمیوں کا پیٹ چلتا ہے۔ اونی صنعت ایک اور گھریلو صنعت ہے منجملہ ۲۵ لاکھ پونڈ خام اون کے ہم ۵ لاکھ پونڈ کو برآمد کرتے ہیں حیدرآباد میں مویشیوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے اور اس طرح چمڑا اور کھال بہ کثرت فراہم ہوتا ہے ریاست بھی ایک گھریلو صنعت ہے یہاں قریب قریب ۱ لاکھ ٹن روغن تخم پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ۳۰ فی صدی کی مقامی طور پر کھپت ہو جاتی ہے کوئی ۸ لاکھ ایکڑ رقبہ پر سالانہ ارنڈی کی کاشت ہوتی ہے ارنڈی کے پتوں سے باآسانی ریشم کی صنعت کو ترقی دی جا سکتی ہے اینڈ سرل ۶۳ فنڈ فروخت گاہ مصنوعات ملکی اور مرکزی پارچہ کے ذریعہ حکومت نے بعض گھریلو مصنوعات میں جان ڈال دی ہے ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء کے دوران میں مابعد جنگ ترقیات کے نام سے کئی ایک تدابیر اختیار کئے گئے ان میں دستی پارچہ بافی مابعد جنگ ترقیات کی اسکیم کے ضمن میں (۴) بڑے اور بارہ ذیلی مرکزوں کا قیام، دیہی صدبا کے ترقی فنڈ کے ذریعہ پارچہ بافی کو مالیاتی تقویت پہونچانے، ریشم سازی کی ترقیات، شہر سے ضلعوں کے مرکزوں کو خام مال کی فراہمی کے لئے حمل و نقل کی سہولت دستی پارچہ بافی سکھانے اور واقف کرانے کی متحرک اکائیوں کا قیام، ماہی پروری کی ترقیات اور تمام گھریلو مصنوعات کی فروخت کی تجاویز شامل ہیں۔ مابعد جنگ ترقیات کی تجاویز ایک لمبی مدت پر حاوی ہیں، خانگی ذریعوں سے ہاتھ کے کاتنے اور بننے کو بڑی ترقی ہوئی ہے اور وہ ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء میں دس لاکھ روپئے کی مالیت کی کھادی تیار کر سکے۔

حال میں نئے اصلاحات جس کو حکومت نے قائم کیا ہے اور مجھے اس کا رکن ہونے کا فخر حاصل ہے اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ ایک گھریلو صنعت میں کام کرنے والے کے لئے سستا اور باآسانی دستیاب ہونے والا قرضہ ضروری ہے ہماری تمام تجویزیں۔ ایسے گئی منصوبے کا نتیجہ ہونے چاہئیں جس کا مقصد معاشی تنائج کا حصول ہو جو قدم ہم نے اب تک اٹھائے ہیں ان کا دوسری ریاستوں میں اٹھائے ہوئے تدبیروں سے کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے جیسے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گھریلو صنعتوں کی ایک معاشی پیمائش ہونی چاہئے تاکہ ہم ایک صحیح سا منصوبہ تیار کر سکیں دیہاتی کارخانے ذرین آلات تیار کرنے کے قائم کر دیئے جا سکیں تاکہ اہل دیہات کو فائدہ پہونچے چونکہ ہمارے اہل دیہات کی بڑی تعداد کی کثرت پیدا ہو رہی ہے اس لئے دیہات سدھار کے لئے معیار زندگی میں مستقل کمی نہ کرتے عام بنایا جائے اس صنعت کی ترقی ہو کہ دیہاتوں میں پھیلی ہوئی ہے اس میں مشغول کاریگروں کو بہتر اور زیادہ روزگار فراہم کرنے میں نہ صرف مدد دے گی بلکہ ملک میں جس کی مانگ کے لئے روز بروز بڑھتی جا رہی ہے دیہاتوں کو یہ آسانی مہیا ہو سکے گی کھلی کو مویشیوں کے چارہ کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے دودھ کی فراہمی میں اضافہ ہوگا۔

کئی دوسری گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے سے ہمارے ملک کے لاکھوں آدمیوں کو روزگار مہیا ہو جائے گا گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کے جو قدم محکمہ نے اٹھائے ہیں ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلے گا کہ یہ حقیقت میں قابل تعریف ہیں مگر ایک کوشش اس امر کے لئے کی جانی چاہئے کہ گھریلو صنعتوں کو پھر سے رائج کرنے کے منصوبوں اور ایک منضبط مقصد میں تعلق پیدا کیا جائے اس کے لئے میں نے بیان کیا ہے کہ معاشی تحقیقات کا کام ہونا چاہئے اگر ہم اہل دیہات کو موزوں ذریعہ معاش فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں بنانے کہ ایک مناسب منصوبہ تیار کریں اس کے لئے ہم کو دیہاتوں کی زندگانی اور معاملات میں نئی روح پھونکنا چاہئے اور دیہاتوں کی پرانی حصت کو واپس لانا چاہئے۔

گھریلو صنعتوں کی موجودہ حالات نیز خاص کر اس بات کا پتہ چلانے کے لئے کونسی گھریلو مصنوعات ذیلی پیشہ بن سکتی ہیں۔ پیمائش کی جانی چاہیئے۔ یہاں پر میں اس معاشی پیمائش کا حوالہ دوں گا جو کہ چند سال پیشتر مدھیہ پردیش کے دیہاتوں میں ہوئی۔

ہم کو بعض گھریلو دستکاریوں کے صنعت میں جانے کا نقطہ نظر بھی خیال میں رکھنا چاہئے اور اس کو مال کی برآمدات کے لحاظ سے ترقی دی جا سکتی ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے لئے گھریلو مصنوعات کو ترقی دینا مفید ہے جس سے کاریگروں کو ان کے اپنے دیہاتوں میں روزگار میسر آسکتا ہے کیونکہ خصوصی چیز ان کی قوت خرید کو بڑھانے کی گھریلو مصنوعات کے لئے کم سرمایہ کو اعداد اور ہنر کی ضرورت ہے ہم گاندھی جی کے شکر گذار ہیں جنہوں نے ان میں تازہ جان ڈالنے کی ضرورت کو جان لیا ہمیں توجہ رکھنی چاہئے کہ وہ اسی وزارت میں اس قابل ہو سکیں جو کہ ہم معاشی مسئلہ کے لئے وہ سب گھریلو صنعتیں

وفاداری

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

اس کا علاج حکومت کی طرف سے صرف فراخ دلی اور رواداری ہی ہے۔

انسان جس گھر میں پیدا ہوتا اور پلتا بڑھتا ہے۔ اسے بغیر کسی کے بتائے ہوئے اپنا سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے متعلقات لذت کے، راحت کے، مسرت کے احساسات وابستہ ہو جاتے ہیں کہ اس گھر کو وہ اپنی ذات کا جزو سمجھنے لگتا ہے اور اسے اپنے "انا" میں جگہ دینے لگتا ہے اور اس گھر پر جب کوئی حملہ کرنے لگتا ہے تو وہ اسے اپنی ذات پر حملہ سمجھتا ہے۔ وطن کو گھر پر قیاس کیجئے کہ گھر کے علم میں لے آنا یہ کام حکومت کا ہے۔ راحت، مسرت، لذت کے شعوری، نیم شعوری و غیر شعوری علائق اگر ملک کے ساتھ قائم ہو جائیں وہی عقلی و جذباتی وابستگی اگر وطن کے ساتھ پیدا ہو جائیں جو عام طبعی حالات میں فرد کو اپنے گھر کے ساتھ رہتی ہے تو وطن کی محبت بھی فرد کے "انا" کے اندر پیدا ہو جائے اور انسان اس کے لئے بھی وہی تڑپ اپنے میں پانے لگے جو عموماً گھر کے لئے رہتی ہے۔ وطن دوستی اس وقت قدرتاً ہر فرد کے مقاصد زندگی میں داخل ہو جائے گی۔

وطن دوستی کا قریبی تعلق نہ شریعت سے ہے نہ قانون سے اس کا تعلق صرف اور دوسرے اوصاف طبعی کی طرح طبیعت و جذبات کی آسودگی و تشنگی سے ہے۔

گھریلو صنعتوں کی ترقی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

مولی ضیر اب اس کو روبعمل لائیں گے جیسے جب ایک بار دوبارہ دیکھئے کہ ہندوستان کی بھی زندگی دیہاتوں میں پائی جاتی ہیں۔ جاپان میں ان کے اپنے وسائل کے نقطہ نظر دیہاتوں کو ترقی دی جاتی ہے اور شہروں کے سرمایہ دار لوگ انہیں مشورہ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی مہاتما گاندھی جیسی بے غرض ہستی کی مثال پائی جاتی ہے ... رہنما سکتے ہیں کہ اہل قصبہ نیز غیر سرکاری انجمنیں اس معاملہ میں دلچسپی لیتے ہیں تقریر ختم کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ گھریلو صنعتوں کو ایک درست غیر مرکزی موجودہ صنعت کی بنیاد کے طور پر باقی رہنا چاہئے۔ اس سے ہمارے ملک کے لاکھوں بیروزگار آرام و اطمینان کا ایک معقول معیار قائم رکھنے میں مدد ملے گی۔

کمیونسٹ خطرے کے مقابلہ کیلئے ایک منصوبہ

کمشن ادارہ بہشت مسٹر وی۔ پی۔ مینن

ریاستی وزارت اور مسٹر پٹیل کے ... ویلوڈی چیف منسٹر حیدرآباد نے جو حال ہی میں یہاں آئے ہوئے تھے کانگریسی لیڈروں کے ایک وفد کو ... ملاقات کا موقع دیا۔

ان عہدہ داروں نے اراکین وفد کے ساتھ ریاست کی موجودہ سیاسی صورت حال پر تفصیلی بحث کی۔ مسٹر ویلوڈی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے مواضعات کی صورت حال سے متعلق دریافت کیا۔ ان لیڈروں نے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ بعض مقامات پر کمیونسٹ خطرہ کم ہو رہا ہے لیکن بعض حصوں اور ... بالخصوص ... کے علاقوں میں صورت حال نازک ہے۔ سیاسی صورت حال سے متعلق چیف منسٹر کے ایک سوال پر کانگریسی لیڈروں نے کہا کہ میر لائق علی کی فراری نے عوام کو متفکر کر دیا ہے اور عوام میں بے اطمینانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو یہ شکایت ہے کہ لائق علی وزارت پر مقدمہ چلانے میں غیر ضروری تاخیر کی جا رہی ہے حالانکہ پولیس کاروائی کو ۱۰ ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس منزل پر وی۔ پی۔ مینن نے گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے وفد کو بتلایا کہ محکمہ نظم و نسق کو اس عرصہ میں دفتری مشنری کو از سر نو منظم کرنا تھا اس لئے نظم و نسق نے لائق علی کابینہ کے خلاف مقدمات پر پوری توجہ نہیں کی جو بذات خود ایک پیچیدہ اور محنت طلب کام ہے۔ پھر بھی اس مدت میں حکومت نے کثیر مقدار میں شہادت جمع کر لی ہے اور یہ کام صحیح طریقہ پر انجام دیا جا رہا ہے۔ چیف منسٹر نے کانگریسی لیڈروں سے خواہش کی کہ وہ حکومت کے کام میں اور بالخصوص کمیونسٹ خطرہ کا مقابلہ کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔ کانگریس لیڈروں نے جواب دیا کہ ایسے وقت جب کہ تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں کانگریسی کارکنوں بشمول نائب صدر ضلع کمیٹی کی گرفتاریاں نظم و نسق اور کانگریس کے مابین غلط فہمیاں پیدا کر رہی ہیں۔

چیف منسٹر نے وفد کو تیقن دلایا کہ کمشنر پولیس اور سیول ایڈمنسٹریٹر ان گرفتاریوں کی چھان بین کریں گے۔

حکومت کی مبینہ عدم کارکردگی اور بد انتظامی کی عام صورت بھی گفتگو کا موضوع رہی۔ بیان کیا گیا کہ حکومت کی اس کمزوری کا غالب عوام پر اثر ہو رہا ہے جس کے باعث مواضعات اور قصبات میں قانون شکنی ہو رہی ہے چنانچہ حکومت کی ان خامیوں کا پتہ چلا کر ان کا سد باب کیا جانا چاہئے۔ مسٹر وی۔ پی۔ مینن نے مداخلت کرتے ہوئے وضاحت کی کہ قانون شکنی بعض اضلاع مثلاً ورنگل میں ۱۹۲۲ع سے موجود ہے اور کمیونسٹ خطرہ نے اس میں اضافہ کیا ہے۔ حکومت نے کمیونسٹ خطرہ کے مقابلے کے لئے ایک منصوبہ بنایا ہے جس پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔ آخر میں چیف منسٹر نے حکومت کے ذہن میں تعاون کرنے کے لئے کانگریسی لیڈروں سے اپیل کی۔ زرعی اصلاحات کا جو دور اس نتائج کے حامل ہیں کاشتکاروں کے مفاد کے لئے اعلان کیا جانے والا ہے نہیں توقع ہے کہ ...... کانگریس عوام کو ان اصلاحات کے ثمرات سے واقف کرانے کے سلسلہ میں ان کی رہبری کرے گی۔ (ماخوذ)

امریکہ اور روس کی کشیدگی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

موجود ہے کہ روسی لیڈر جانبداری کے ساتھ ان مسائل کو حل کرنے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کا جواب نفی کے ساتھ نہیں ہے۔ جو پُرجوش، رجائیت پسند امریکی یا شبہ کرنے والے اس اشتباہ پر مشتمل ہے جس سے آنے والا امتحان دشوار گزار، تیسی اور خطرناک ہو جاتا ہے اور جو معقول، پرسکون، اعصاب، غیر متزلزل مقصد و عزم کی متقاضی ہے اسی قسم کا عزم جو پرل ہاربر ہی کی وجہ سے امریکی قوم میں پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ مقدمہ خارجہ اس موضوع کو واضح الفاظ میں ظاہر نہیں کیا لیکن یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے کہ وہ خود مسٹر ایچیسن مسٹر ٹرومن اور دوسرے اعلیٰ پالیسی مرتب کرنے والے افراد "سوشلیزم" اور "جمہوریت" کے درمیان اس بنیادی اخلاقی تنازعہ کو اتنا ہی اہم سمجھتے ہیں جتنا کہ جنگ خطرناک ہوتی ہے۔ مسٹر ایچیسن نے اس مخلصانہ کوشش میں جان بوجھ کر عزم و استحکام کے ساتھ کی ہے تاکہ اس بنیادی تنازعہ کی تمہید سے امریکی قوم کو واقف کرایا جائے۔ موصوف صاف دلی کے ساتھ زندگی کے بین الاقوامی حقائق پر امریکی قوم کے سامنے بول رہے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ سنیں گے اور سمجھیں گے یا اب بھی وہ پریوں اور بھوتوں کے متعلق کہانیاں سننے کے خواہاں ہیں۔

کمیونسٹ چین پر حملہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

شمال میں اور شنگھائی کے جنوب میں دو سو میل پر واقع ہے تائپے میں قوم پرست فوجی ذرائع نے ... کے حملے کے نتیجہ کو بتلایا ہے۔ یہی آخری حسب ذیل مقاصد تھے چین میں اور باہر کے حلقوں میں ... ساحل کے قریب قوم پرست ... کی تقویت، خود مختار جزیرہ اور اصل چین میں قوم پرستوں کے ہمدردوں کی حوصلہ افزائی، کمیونسٹوں کی اخلاقی حالت کو دھکا اور کمیونسٹوں کی ان تیاریوں پر ضرب جو فارموسا پر چڑھائی کرنے کی جا رہی ہیں۔ غیر مصدقہ حلقوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم پرست ہوائی بیڑے جہاز پرزوں کو چین میں ... کی بنیاد کر رہی ہے ہانگ کانگ کے مغربی افواج اس سے اتفاق ہے کہ ... دعوے کے مطابق جنگ کا رخ بدل گیا ہے لیکن ... چین پر چڑھائی کا سوال فی الحال ایک مفروضہ ہے۔

اشتہار

حاضری مدعی علیہ مرتبہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ سرسلہ ضلع کریمنگر واقع ۱۱ مارچ نمبر مقدمہ ۲۰ سنہ ۔ باجلاس مولوی محمد حبیب قدر صاحب فاروقی بی۔اے ۔ایل۔ایل۔بی منصف سرسلہ۔

محمد اشرف علی ولد حید صاحب قوم شیخ عمر ۶۵ سال پیشہ زراعت ساکن ویملواڑہ تعلقہ سرسلہ۔

بنام

۱۔ سنڈال ویریا ولد ملیا قوم جلاہا عمر ۲۸ سال پیشہ زراعت ساکن قصبہ ویملواڑہ تعلقہ سرسلہ۔

۲۔ سنہائی بچیا ولد ومرم پوری قوم کولی عمر ۳۳ سال پیشہ جلاوائی قصبہ ویملواڑہ تعلقہ سرسلہ۔

دعویٰ ۔ بازیافت مکان خس پوش معہ خالی جگہ موضع قصبہ ویملواڑہ

بنام ۔ سنڈال ویریا ولد ملیا قوم جلاہا عمر ۲۰ سال پیشہ ذاتی ساکن قصبہ ویملواڑہ تعلقہ سرسلہ۔

ہرگاہ مدعی نے ایک دعویٰ بابت بازیافت مکان عدالت ہذا میں پیش کیا ہے ۔ تمہارے نام متعدد بار سمن جاری ہوئے لیکن تمہاری عدم موجودگی کے باعث بلاتعمیل واپس ہوئے ۔ مدعی نے بانسلاک حلفنامہ اجرائی اشتہار کی استدعا کی ہے لہٰذا بذریعہ ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ ۶ اپریل سنہ بوقت (۳) ساعت دن تم جہاں کہیں ہوں اصالتاً و وکالتاً یا مختاراً حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ کی پیروی کرو بصورت دیگر تمہاری غیاب میں مقدمہ کی تحقیقات عمل میں لائی جائے گی اور پھر تمہارا کوئی عذر قابل مسموع نہ ہوگا ۔ آج بتاریخ ۱۱ مارچ سنہ بثبت مہر عدالت و دستخط جاری کیا گیا۔ فقط

مرزا حسینی بیگ صاحب سررشتہ دار عدالت ہذا

اُردو کو باقی رکھو

وکلاء کا مطالبہ

حیدرآباد ۔ ۱۹ مارچ ۔ کمیٹی وکلاء ریاست حیدرآباد نے اپنی ایک منظورہ قرارداد کو مختلف انجمنوں اور اداروں کے نام روانہ کیا ہے تاکہ عدالت کی زبان کے بارہ میں عوامی رجحان معلوم کیا جائے قرارداد کی نقول صدر جمہوریہ ہند، راج پرمکھ حیدرآباد، چیف منسٹر اور چیف جسٹس حیدرآباد کے پاس بھی روانہ کی گئی ہے ۔ قرارداد حسب ذیل ہے :۔ ہندوستان میں انگریزی کاروبار ہونے کی وجہ انگریزوں کی حکومت تھی مگر انھوں نے یک لخت اپنی زبان کو اس ملک میں رائج نہیں کیا بلکہ اس کو بتدریج رواج دیا ان سے پہلے ملک کی زبان فارسی تھی اس لئے انھوں نے بھی ابتداءً اسی زبان کو قائم رکھا اور رفتہ رفتہ دیگر ملکی زبانوں کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو ترقی دی موجودہ حکومت ہندی زبان کو رائج کر رہی ہے ۔ اور انگریزی کے ختم ہونے پر پھر ہندی زبان میں کاروبار کو جاری کرنے میں مزید مشکلات پیش آئیں گی اور پندرہ سال میں حیدرآبادی جنتا کو دو زبانوں پر عبور حاصل کرنے پر مجبور کیا ہوگا اردو زبان کو یک لخت ختم کر دینے سے بیروزگاری میں بھی اضافہ ہوگا ۔ اس بیروزگاری کے شکار ملک کے جملہ طبقات بلالحاظ ملت و قومیت ہوں گے ان حالات میں مناسب یہ ہے کہ جس طرح ہندوستان انگریزی کو قائم رکھتے ہوئے ہندی زبان کو رواج دینے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح حیدرآباد اسٹیٹ میں اردو زبان کو قائم رکھتے ہوئے ہندی زبان کو رواج دیا جائے اور اسی طرح دستور ہند کے دفعہ (۳۴۸) ضمن (۲) کے مطابق عمل کیا جائے جس میں راج پرمکھ کو اختیار دیا گیا ہے کہ بہ منظوری صدر جمہوریہ ہند اپنی اسٹیٹ میں موجودہ دفتری زبان کو قائم رکھے ۔ (دکن نیوز)

دی کاپر پرنٹنگ پریس لمیٹڈ میں چھپ کر دفتر ملک ساتھ قریب حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔ ۲۶۵